ایک گمراہ کن پروپیگنڈہ اور اس کا مقصد

سلیم یزدانی

گزشتہ دو عشروں سے یہ پروپیگنڈہ کیا جاتا رہا ہے کہ مدرسے تنگ نظری، تعصب اور تشدد کا درس دیتے ہیں، مدرسوں میں استاد طلباء پر تشدد کرتے ہیں انہیں زنجیروں سے باندھ کر رکھتے ہیں، ان کے ساتھ غیر انسانی سلوک کرتے ہیں، اس سلسلے میں الیکٹرانک میڈیا پر فلمیں دکھائی جاتی رہی ہیں، درحقیقت یہ ایک گمراہ کن رویہ تھا اور اس کا بنیادی مقصد اسلام کے بارے میں غلط سوچ پیدا کرنا تھا۔ یہ تو نہیں کہا جاسکتا کہ جو کچھ مغربی اور امریکی میڈیا مدرسوں کے بارے میں کہہ رہا تھا یا اب کہہ رہا ہے وہ سرے سے غلط تھا یا غلط ہے اس میں کچھ حقیقت ضرور تھی جس کو بڑھا چڑھا کر بیان کیا جارہا تھا اور یہ کہ بعض استثنائی منظرنامے کو مدرسوں کا روز کا معمول بنا کر پیش کیا گیا تھا لیکن ایسا نہ تو ہر مدرسے میں ہو رہا تھا اور نہ ہی سب کے سب طلباء کے ساتھ سختی کا رویہ رکھا جارہا تھا۔

اگر کسی مدرسے میں معمول کے مطابق دینی تعلیم دی جارہی ہے تو یہ کوئی خبر نہیں ہے اگر کسی وجہ سے کسی طالب علم کو سزا دی جارہی ہے تو یہ کوئی خبر نہیں ہے اگر کسی وجہ سے کسی طالب علم کو سزا دی جارہی ہے تو اس کا مقصد سنسنی پھیلانا اور کسی طبقے کے خلاف نفرت پھیلانے کے علاوہ کیا ہوسکتا ہے، گزشتہ دنوں یہ خبر بڑی عام ہوئی کہ بعض پاکستانی صحافیوں کی مدد سے افغانستان کے بارے میں ایک جعلی فلم بیرونی میڈیا کے صحافی بنا رہے تھے یقینی طور پر یہ انتہا درجے کی پیشہ ورانہ بددیانتی تھی لیکن میں اس کی تفصیل میں اس لیے نہیں جانا چاہتا ہے کہ معاملہ ابھی تک قانونی مراحل سے گزر رہا ہے۔ اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اگر انسان کی نیت خراب ہو تو وہ کیا کرسکتا ہے پہلے بھی اس سلسلے میں دینی مدرسوں کو بدنام کرنے کے لیے جھوٹ پر مبنی دستاویزی فلمیں دکھائی گئیں، ذرا سا ماضی میں جا کر دیکھیں تو یہ اندازہ کرنا قطعاً مشکل نہیں ہوگا کہ انگریز دورِ حکومت میں جب مسلمانوں کو ان کی تہذیبی اقدار اور دین سے دور کرنے کی کوششیں کی جارہی تھیں تو برصغیر میں دارالعلوم منظر اسلام بریلی، دارالعلوم دیوبند اور ندوۃ العلماء اسلامی تہذیب دینی علوم اور مسلمانوں کے طرز زندگی کو اسلامی قدروں کے مطابق محفوظ رکھنے کے لیے بڑی گراں قدر خدمات انجام دے رہے تھے۔ پورے برصغیر میں اسلامی مدرسوں کا جال بچھا ہوا تھا جہاں دینی تعلیم مفت تھی۔ یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ یہ مدرسے نہ تو فرقہ وارانہ جذبات پھیلا رہے تھے نہ انتہا پسندی کی تعلیم دے رہے تھے اور

نہ تشدد کو ہوا دے رہے تھے ان مدرسوں کا کام طلباء کو علم وآگہی دینا تھا اور اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے وفاداری سکھانا تھا۔ پاکستان کی تحریک میں مولانا حامد بدایونی اور مولانا شبیر احمد عثمانی جیسے جید علماء اس کے ہراول دستے میں تھے، انھوں نے قائداعظم کے ہاتھ مضبوط کیے اور قیام پاکستان کے لیے راہ ہموار کی۔

گیارہ ستمبر کے واقعے کے بعد اور اس سے پہلے افغانستان میں طالبان کے عروج پر مغرب اور امریکہ میں اس سوچ نے زور پکڑنا شروع کر دیا کہ مدرسے جمہوریت، جدید تہذیب اور عالمی امن وامان کے لیے خطرناک ہیں اور دینی مدرسوں سے تعلیم حاصل کرنے والے نوجوان انتہا پسند، دہشت گرد اور خونخوار ہوتے ہیں اور اس کی وجہ ان کا ماحول، نصاب تعلیم اور وہ علم ہے جو انہیں ایسا بناتا ہے۔ اس لیے اب یہ کوشش کی جارہی ہے کہ دینی درسگاہوں کا تعلیمی نصاب تبدیل کیا جائے، انہیں اعتدال پسند بنایا جائے، جہاد سے متعلق آیات اور احکامات کو نصاب سے خارج کر دیا جائے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ ساری مشق وقت ضائع کرنے کے سوا کچھ نہیں۔ جہاد کا مطلب نہ تو دہشت گردی ہے اور نہ ہی اللہ کی زمین میں فساد پھیلانا ہے۔ مدرسوں کے نصاب میں جدید علوم کو شامل کیا جانا چاہیے تاکہ مدرسے کے طلباء کی وسعت فکر میں اضافہ ہو وہ قرآن وحدیث کے منظرنامے کے حوالے سے سمجھ سکیں۔ بعض مدارس میں جدید علوم پڑھائے بھی جاتے ہیں اگر کوئی یہ سمجھتا ہے کہ اس طریقے سے نوجوان نسل اسلام سے بے بہرہ ہو جائے گی تو وہ بہت بڑی غلطی پر ہے، اسلام اپنی روح میں ایک اعتدال پسند مذہب ہے، وہ نیک عمل کی تعلیم دیتا ہے اور حقوق العباد ادا کرنے کی بات کرتا ہے وہ ایثار وقربانی کا سبق دیتا ہے۔ ایک انسان کے قتل کیے جانے کو پوری انسانیت کا قتل قرار دیتا ہے۔ جس بنیاد پر مغرب اور امریکہ کے دانشور یہ کہہ رہے ہیں کہ مدرسوں کے طلباء انتہا پسند اور دہشت گرد ہیں یہ کم علمی کا نتیجہ ہے، دہشت گردی کے پھیلاؤ میں مدرسوں کا کوئی کردار نہیں ہے، تشدد کے رجحانات تشدد کا ردعمل ہیں، جب امریکہ بوسنیا میں مظلومیت کا ساتھ دے رہا تھا تو دنیا کی نظر میں وہ انصاف کی طاقتوں کے ساتھ تھا لیکن یوگوسلاویہ اور سربوں کی نظر میں ظالم اور دہشت گرد تھا ہر قوم اور ہر فرد کے لیے حقائق یکساں معنی نہیں رکھتے یہ دیکھنے اور غور کرنے کی بات ہے کہ ٹریڈ ٹاورز کے واقعے میں کیا دینی مدرسوں کے پڑھے ہوئے طلباء ملوث تھے یا فلسطینی نوجوان جو خودکش حملے کر رہے ہیں وہ کیا دینی مدرسوں کے پڑھے ہوئے ہیں یا آج جو عراق میں امریکیوں کے خلاف ردعمل پایا جاتا ہے وہ دینی مدرسوں کے طلبا کی وجہ سے ہے۔ ایسا نہیں ہے۔ گیارہ ستمبر کو جو کچھ ہوا وہ ظلم کے خلاف غم وغصہ تھا وہ فلسطین میں ہونے والے اسرائیلی مظالم کا نتیجہ تھا اگر آزادی کی تحریکوں اور ظلم کے خلاف اٹھنے والی تحریکوں کی روح کا مطالعہ کیا جائے تو ایسی تمام تحریکیں سیاسی ایجنڈے کے ساتھ آگے بڑھتی نظر آئیں گی ان میں کئی عناصر کام کر رہے ہوتے ہیں ان میں مذہب بھی ایک قوت بن جاتا ہے اور ایسا تحریک

چلانے والے حصول مقصد کے لیے کرتے ہیں، اگر اعداد وشمار جمع کیے جائیں تو وہ کشمیر کی تحریک آزادی ہو یا فلسطین کی اسرائیلیوں کے خلاف جدوجہد ان میں کالجوں اور یونی ورسٹیوں کے نوجوانوں کی تعداد جو جدید علوم پڑھتے ہیں زیادہ ہوگی۔ ظلم کے خلاف اٹھنا درس گاہوں کا نصاب نہیں ہے۔ یہ انسانی فطرت ہے کہ وہ ظالم کے خلاف اٹھنے پر مجبور کرتی ہے، عالمی دہشت گردی عربوں کے خلاف اسرائیلی دہشت گردی کی کوکھ سے پیدا ہوئی ہے جب تک وہ ختم نہیں ہوگی عالمی دہشت گردی ختم نہیں ہوگی۔ دینی مدرسے، جہاں آٹھ نو لاکھ غریب اور محرومیوں کے شکار طلبا تعلیم حاصل کررہے ہیں یہ اس قوم کے لیے رحمت ہیں، جہاں طلبا کو نہ صرف مفت تعلیم دی جاتی ہے بلکہ رہنے سہنے اور لباس کے اخراجات بھی مدرسہ ادا کرتا ہے اگر ان مدرسوں کو قومی تعلیمی حصار میں لانا ہے تو ایسا صرف انگریزی پڑھانے، حساب پڑھانے اور سائنسی علوم پڑھانے سے نہیں ہوگا یہ سوچ کی تبدیلی سے ہوگا، یہ سیاسی فکر کو بدلنے اور دنیا میں انصاف کی حکمرانی سے ہوگا۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ بالادست قوتیں غیر منصفانہ روش ترک کریں۔ پھر انسان اپنے ماحول سے متاثر ہوتا ہے خواہ وہ مدرسے کا طالب علم ہو یا کالج و یونی ورسٹی کا اور یہ مدرسے کے طلبا ہی پر کیا منحصر ہے اس سے ہر حساس دل متاثر ہوسکتا ہے، مغربی ملکوں اور امریکہ کے لوگ تو کم علمی کی وجہ سے مدرسوں کو مطعون کررہے ہیں اور پاکستان میں امریکی اور یورپی تہذیب وکلچر سے مرعوب لوگ بھی ان کی زبان بول رہے ہیں، ہزاروں مدرسوں میں چند ایک ایسے ہوں گے جو اپنے استادوں اور منتظمین کی سیاسی وابستگی کی وجہ سے ان کے سیاسی ایجنڈے کو پورا کرنے کے لیے ایسا کرسکتے ہوں، ننانوے فیصد مدرسے اس کام میں شریک نہیں ہیں۔

اساتذہ اکرام کا ادب علم میں اضافے کا سبب ہے

اساتذہ کا ادب اور احسان مندی بہت ضروری ہے، اساتذہ ہمارے بڑے محسن ہیں، والدین بھی محسن ہیں، اورانہوں نے ہمارے لئے تکلیفیں جھیلیں ہیں، مصائب برداشت کئے ہیں، لیکن یہ ساری تکالیف جسمانی نشونما کے لئے ہیں، اور جب تک اس جسم کے ساتھ ایمان نہ ہو کوئی فائدہ نہیں اور ایمان کی ترقی اور اس کے ثمرات کو حاصل کرنا علم کے ذریعے ہوتا ہے اور ہماری علمی نشو ونما اساتذہ کے توسط سے ہوتی ہے، اساتذہ سے ہمیں قرآن وحدیث کی معلومات ملیں اور ایمان کو جلا ملی ورنہ تو ہمارا ایمان تقلیدی تھا اور پیدا ہوتے وقت تو انسان بالکل جاہل ہوتا ہے اگر کسی معاشرہ میں علم نہ رہے تو وہ بول بھی نہیں سکے گا اور اس جہل سے نکالنے کے لئے ہمارے اساتذہ نے کتنا بڑا کردار ادا کیا، تو وہ ہمارے محسن ہیں ان کا اکرام کرنا چاہئے۔

فرمودات: حضرت شیخ الحدیث مولانا سلیم اللہ خاں صاحب